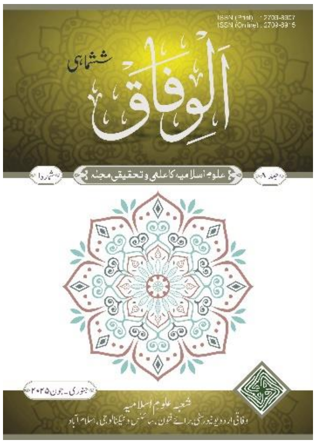

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 8, Issue 1 (January - June 2025)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v8i1
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article

حدیث وسنت کا تاریخی ارتقاء اور فتنۂ انکارِ حدیث (جدید اعتراضات کا تنقیدی جائزہ)

The Historical Evolution of Hadith and Sunnah and the Fitnah of Denial of Hadith (A Critical Review of Contemporary Objections)

Authors: Muhammad Bilal Bashir

Affiliations: Jamia Masjid Khadimul Harmain Sharifain, Muzaffarabad, Azad Jammu & Kashmir

Published: 30-June-2025

Article DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v8i1.u3

QR Code

Citation: Muhammad Bilal Bashir, "حدیث وسنت کا تاریخی ارتقاء اور فتنۂ انکارِ حدیث (جدید اعتراضات کا تنقیدی جائزہ) The Historical Evolution of Hadith and Sunnah and the Fitnah of Denial of Hadith (A Critical Review of Contemporary Objections)" *Al-Wifaq*, no. 8.2 (June 2025): 33–46, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v8i1.u3

Copyright Information:

The Historical Evolution of Hadith and Sunnah and the Fitnah of Denial of Hadith (A Critical Review of Contemporary Objections) © 2025 by Muhammad Bilal Bashir is licensed under CC BY 4.0

Publisher Information: Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.

Indexing

Islamic Research Index
Asian Research Index
HJRS HEC Journal Recognition System
Crossref
International Scientific Indexing
Academic Resource Index ResearchBib
Google Scholar

حدیث وسنت کا تاریخی ارتقاء اور فتنۂ انکارِ حدیث

(جدید اعتراضات کا تنقیدی جائزہ)

The Historical Evolution of Hadith and Sunnah and the Fitnah of Denial of Hadith (A Critical Review of Contemporary Objections)

محمد بلال بشیر

مدرس ونائب خطیب، جامع مسجد خادم الحرمین الشریفین، مرکزی عیدگاہ، مظفر آباد، آزاد کشمیر

ABSTRACT:

This research paper examines the historical development, preservation, and authority of Hadith and Sunnah, and critically analyzes the ideological foundations of the modern-day denial of Hadith. Beginning with the earliest phases of Islam, the study highlights how the writing and preservation of Hadith commenced during the lifetime of the Prophet ﷺ and continued rigorously through the eras of the Companions, Tabi‘een, and later hadith scholars. The paper outlines the systematic efforts made in the sciences of Asma’ al-Rijal, Jarh wa Ta‘deel, and Usul al-Hadith, demonstrating the unparalleled scholarly precision through which authentic narrations were distinguished from weak ones.

Furthermore, the research traces the intellectual roots of Hadith rejection to the early deviations of the Khawarij and Mu‘tazilah, and then examines its revival in the Indian subcontinent through figures such as Sir Syed Ahmad Khan, Abdullah Chakralvi, Aslam Jairajpuri, and Ghulam Ahmad Parvez. Their objections ranging from the authenticity of narrations to claims of contradictions are evaluated in light of classical Hadith methodology. The study concludes that these objections lack academic substance and stem from a superficial understanding of both Islamic tradition and the principles governing Hadith authentication. Ultimately, the paper reaffirms that Hadith and Sunnah are indispensable sources of Islamic law, without which the Qur'an cannot be fully understood or practically implemented.

KEYWORDS:

Hadith Preservation, Sunnah, Asma’ al-Rijal, Jarh wa Ta‘deel, Usul al-Hadith, Hadith Rejection, Tabi‘een, Khawarij, Mu‘tazilah Islamic Law, Qur’anic Interpretation.

تمہیدی مبحث

انکار سنت بھی کوئی نیا رجحان نہیں بلکہ اس بنیادیں بھی پہلی اور دوسری صدی ہجری میں خوارج و معتزلہ میں نظر آتی

ہیں۔ قرن اول کے خوارج سے سر سید احمد خان تک اور وہاں سے آج کے منکر حدیث تک یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ جن کے بعض اعتراضات تو وہی ہیں جو ابتدا انکار حدیث کرنے والوں کے تھے مگر دور حاضر کے منکرین حدیث تاریخی نوعیت کے اعتراضات کے ساتھ ساتھ جدید ذہن میں ابھرنے والے سوالات کو بھی اپنے مقدمے کی بنیاد بنا کر اپنے مذہب کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں۔ منکرین حدیث کے انکار کو سمجھنے کے لئے اور سنت رسول ﷺ کو دینی ماخذ کے طور پر قبول کرنے کے لئے جہاں ضروری ہے کہ ہم انکار حدیث کی تاریخی بنیادوں کو جانیں اور منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے ممکنہ جوابات کو سمجھیں وہیں حدیث کی تدوین کے مختلف مراحل کو جاننا بھی ضروری ہے۔ تدوین حدیث میں جس غایت احتیاط برتی گئی اور حدیث کو بطور دلیل پیش کرنے کے لئے فن اصول حدیث کے ذریعے جس انداز میں پرکھا جاتا ہے اسے سمجھنا حدیث وسنت کے حجت ہونے اور منکرین حدیث کے مذہب کی گمراہی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ تب ہی دور حاضر میں اس فتنے کے اعتراضات کا کماحقہ جواب دیا جاسکتا ہے اور عصر حاضر میں اس فتنے کی علمی سرکوبی ممکن ہے۔ ذیل میں ہم تدوین حدیث کے مختلف مراحل کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تاکہ انکار حدیث کی تاریخی بنیادوں اور ان کے چیدہ چیدہ اعتراضات کا جواب ممکن ہو۔

حدیث وسنت کی تدوین

عہد رسالت وخلفاء الراشدین میں کتابت حدیث

کتابت حدیث کا آغاز عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو گیا تھا۔ اس ضمن میں کئی ایک روایات موجود ہیں جن میں نبی پاک ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں ہی صحابہ کرام نے کتابت حدیث وسنت کا آغاز کر دیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھ کر احادیث لکھا کرتے تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسی لیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> "حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ کرام میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ احادیث محفوظ کرنے والا نہیں کیونکہ وہ احادیث لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔"(1)

ایسی متعدد روایات ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کتابت حدیث کا آغاز عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی ہو گیا تھا۔ اس ضمن کئی صحابہ کریم نے احادیث نبویہ پر مشتمل صحائف تحریر کئے جن میں سے حضرت سعد بن عبادہ، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص علیہم الرضوان کے صحائف مشہور ہیں۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تحریر کردہ صحیفہ "صحیفہ صادقہ" کہلاتا ہے جو کہ مسند امام احمدؒ میں جوں کا توں محفوظ ہے۔(2)

1۔ محمد بن اسماعیل بخاری، جامع الصحیح (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2013)، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، 112/1

2۔ ابوالعرفان محمد انور گھالوی، ضیاء علم الحدیث (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2009)، 49/1

احادیث کے متعلق خلافت راشدہ میں سخت اہتمام تھا یہاں تک کے جید صحابہ کرام سے بھی احادیث کی صحت سے متعلق بازپرس کی جاتی تھی۔ عہد خلافت راشدہ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ خلفاء راشدین نے صحابہ کرام کو مختلف علاقوں میں حدیث کی تعلیم دینے کے لئے روانہ کیا۔[3]

عہد تابعین و تبع تابعین میں تدوین حدیث

عہد تابعین کی ابتدا میں بعض تابعین نے حدیث کی تعلیم کا بھرپور اہتمام فرمایا جن میں حضرت سعید بن المسیبؒ، عروہ بن زبیرؒ، سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؒ، امام علقمہؒ، مسروق بن الاجدعؒ، ابو عمرو النخعیؒ، ابوالعالیہؒ، عبدالرحمان بن غنمؒ، جبیر بن نفیرؒ سمیت ہزاروں تابعین نے سلطنت اسلامیہ کے کونے کونے میں احادیث کی تعلیم کو عام کیا۔[4] مگر تدوین حدیث کو باقاعدہ منظم صورت نہیں دی گئی تھی انہیں حالات میں کہ جب سلطنت اسلامیہ وسیع ہو چکی تھی اور مختلف علاقوں، قومیتوں کے لوگوں کا باہم اختلاط ہو رہا تھا صحابہ کرام اور جید تابعین داعی اجل کو لبیک کہہ رہے تھے مگر ان جیسا زہد و تقوی کہیں نظر نہیں آتا تھا نہ ان جیسا حافظہ کے جس کے ذریعے لوگ احادیث کو یاد کر لیتے۔ اسی لئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ محسوس کیا کہ اگر احادیث طیبہ کو باقاعدہ منظم و مدون نہ کیا گیا تو وقت کے ساتھ ساتھ امت اس فیضان کے اکثر حصے سے محروم ہو جائے گی اور مستند اور ثقہ شخصیات کے موت کی آغوش میں جانے کے باعث احادیث کی کثیر تعداد ان کے ساتھ ہی زمین میں دفن ہو جائے گی۔ چنانچہ آپؒ نے ملک کے اطراف و اکناف میں علماء کی طرف یہ لکھا کہ وہ احادیث نبویہ کو تلاش کریں اور انہیں جمع کریں۔[5]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم کے بعد تدوین حدیث کا عام رواج ہو گیا مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے ابن جریجؒ نے احادیث جمع فرمائیں، مدینہ میں امام مالکؒ اور ابن اسحاقؒ نے، کوفہ میں سبقت کا سہرا سفیان ثوریؒ کے سر رہا، بصرہ میں ربیع بن صبیحؒ، سعید بن ابی اروبہؒ، حماد بن مسلمہ کے نام مذکور ہیں جبکہ واسط میں ہیثمؒ نے، یمن میں معمرؒ نے، رے میں جریر بن عبدالحمیدؒ نے اور خراسان میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے احادیث کے مجموعے لکھے۔[6]

تدوین و ترتیب احادیث کا یہ دور 100ھ سے 200ھ تک جاری رہا اور اپنے اپنے مرکزوں میں محدثین احادیث نبویہ کو منضبط کرتے رہے۔[7]

3۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، سنت خیر الانام (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1971ء)، 111-124

4۔ الازہری، سنت خیر الانام، 125-139

5۔ گھالوی، ضیاء علم الحدیث، 49/1

6۔ الازہری، سنت خیر الانام، 141

7۔ الازہری، سنت خیر الانام، 166

تہذیب و تنقیح کا دور

اس کے بعد تہذیب و تنقیح کا دور شروع ہوا جس میں محدثین احادیث و سنن کو اقوال صحابہ و تابعین کے فتاویٰ سے الگ اس انداز میں مدون کرنے کا اہتمام کرنے لگے کہ خلط کا معمولی اشتباہ بھی نہ رہے چنانچہ 200ھ کے بعد مسانید کا رواج ہو گیا اس ضمن عبید اللہ بن موسی کوفیؒ، اسد بن موسیٰؒ، نعیم بن حمادؒ، مسدد بصریؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے علاوہ دیگر کئی محدثین نے مسانید تصنیف فرمائیں۔ جن میں فقط وہ احادیث تھیں جن کا سلسلہ نبی مکرم ﷺ تک پہنچتا ہے۔[8]

مسانید میں اس امر کا اہتمام تو کیا گیا کہ احادیث نبویہ اقوال صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ سے علیحدہ ہو جائیں مگر ان میں احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے علیحدہ کرنے کا اہتمام نہ تھا اس لئے بعد ازاں ائمہ حدیث کو انہیں باہم تمیز دینے کے لے خاصی جانفشانی سے کام کرنا پڑا چنانچہ صحیحین اور سنن اربعہ تصنیف کی گئیں اور یہ کتب بھی اسی دور (تیسری صدی ہجری) کی تصنیفات ہیں۔ جن میں تقریباً تمام صحیح احادیث روایت کر دی گئیں۔ صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے کا کام اسی (تیسری) صدی ہجری میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچا۔[9]

چوتھی صدی ہجری کا آغاز ہوا تو اگرچہ اس میں ایسے مستند محققین آئمہ حدیث کی کمی نہیں تھی جنہوں نے تحقیق و جستجو میں اپنے اسلاف کے وضع کردہ زریں اصولوں کو اپنایا مگر اس کے باوجود یہ بات درست ہے کہ جہاں قبل ازیں حدیث کی قبولیت کا انحصار بلا واسطہ ذاتی سماعت پر تھا اب کتب اسلاف پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے احادیث اخذ کی جانے لگیں۔ اسی فرق کی بنا پر علماء نے تیسری صدی ہجری کے نقطہ اختتام کو متقدمین و متاخرین کے مابین حد فاصل قرار دیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے جن محدثین کا انداز تیسری صدی کے ائمہ سے مطابقت رکھتا ہے ان میں امام حاکمؒ، امام دار قطنیؒ، امام ابن حبانؒ، طبرانیؒ، امام طحاویؒ سر فہرست ہیں۔ اس دور کی چند اہم تصانیف میں صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابی العوانہ، مصنف الطحاوی، صحیح ابن حبان، سنن دار قطنی، مستدرک للحاکم وغیرہ شامل ہیں۔[10]

فن اسماء الرجال اور جرح و تعدیل

جن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال کو روایت کیا انہیں راویان حدیث کہا جاتا ہے جن میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین سے لے کر چوتھی صدی ہجری تک کے راویان حدیث داخل ہیں ان کے مجموعہ احوال کا نام فن اسماء الرجال ہے۔ جبکہ فن جرح و تعدیل میں فن اسماء الرجال کو پیش نظر رکھتے ہوئے روایات کو سند اً پرکھا جاتا ہے اور احادیث کی

8۔ الازہری، سنت خیر الانام، 163

9۔ گھالوی، ضیاء علم الحدیث، 1/67-68

10۔ گھالوی، ضیاء علم الحدیث، 1/68-72

تحکیم کی جاتی ہے۔[11]

جب حدیث و سنت کی تدوین ہو چکی تو ان راویان حدیث کے حالات بھی قلم بند کئے گئے۔ ہر راوی کا نام، اس کی کنیت، اس کا لقب، کہاں کے رہنے والے تھے، آباؤاجداد کون تھے، کس مزاج و طبیعت کے تھے، حافظہ کیسا تھا، تقویٰ و دیانت کے اعتبار سے درجہ کیا تھا، کن اساتذہ و شیوخ سے علم حاصل کیا طلب علم کے سلسلے میں کہاں کہاں کی خاک چھانی، کن کن لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔ غرض ان ہزارہا ہزار راویان حدیث کے بارے میں تحقیق و تفتیش کا اتنا زبردست ریکارڈ جمع کیا گیا کہ دنیائے جدید و قدیم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ ڈاکٹر اسپنگر جس کی اسلام دشمنی مشہور ہے رقمطراز ہے:

"کوئی قوم نہ دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح فن اسماء الرجال جیسا علم ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصیتوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"[12]

فن اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کی تدوین بھی کتابت حدیث کے ساتھ ساتھ کی گئی۔ اس ضمن میں بہت سی کتب ہیں جن میں سے سوالات لابن ابی شیبہ، سوالات للدار القطنی، الطبقات الکبریٰ، الطبقات لامام المسلمؒ، سیئر واعلام النبلاء، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب خاص اہمیت کی حامل بنیادی کتب ہیں۔

علم اصول حدیث

یہ ایک ایسا علم ہے جس سے سند اور متن کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔ اس علم کے ذریعے مقبول اور مردود احادیث کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور صحیح احادیث حسن سے اور حسن ضعیف سے ممتاز ہو جاتی ہیں یوں یہ علم احادیث کو کذب و اختلاف سے محفوظ رکھتا ہے۔[13]

اس بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تدوین حدیث میں غایت درجہ احتیاط برتی گئی اور فن اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے ذریعے تدوین حدیث و سنت کو اس قدر شفاف اور واضح بنا دیا گیا کہ صحیح احادیث کی بابت یوں کہنا مناسب ہے کہ ان کی نبی رحمت ﷺ سے نسبت میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فتنہ انکار حدیث و سنت کی تاریخی بنیادیں

فتنہ انکار حدیث و سنت کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ ایک پرانا فتنہ ہے جس کی فکری جڑیں خوارج اور معتزلہ کے انحرافات میں پیوست ہیں۔ اگرچہ موجودہ دور میں اس نے ایک منظم نظریاتی تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے، مگر اس کے بنیادی خدوخال پہلی اور دوسری صدی ہجری ہی میں سامنے آچکے تھے۔

11۔ ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری، فن اسماء الرجال (مظفر پور، اعظم گڑھ، یو۔ پی: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ، س ن) 13، 38

12۔ مظاہری، فن اسماء الرجال، 14-15

13) گھالوی، ضیاء علم الحدیث، 1/337-338

خوارج ومعتزلہ کا انکار حدیث:

اسلام کے اولین دور میں، قرآنِ کریم کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبوی ﷺ کو دین کا لازمی ماخذ اور شریعت کی حجت کے طور پر بالاتفاق تسلیم کیا جاتا رہا۔ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اور تبع تابعینؒ کی جماعت نے سنتِ نبوی کو قرآن کی عملی تفسیر اور شریعت کی تشریحی بنیاد مانا۔ تاہم دوسری صدی ہجری میں کچھ ایسے متکلمین سامنے آئے جنہوں نے عقل کو وحی پر مقدم رکھنے کی روش اپنائی۔ ان میں سرِفہرست خوارج اور معتزلہ تھے، جنہوں نے حدیث کی حجیت پر شکوک وشبہات کا اظہار کیا اور وحی کی اس اہم ترین شاخ کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ حافظ ابن حزمؒ لکھتے ہیں کہ

> "اہل سنت، شیعہ، قدریہ، تمام فرقے آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں، برابر قابل حجت سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع سے اختلاف کیا۔"[14]

برصغیر میں فتنہ انکار حدیث

برِصغیر میں اس فتنہ کا آغاز سر سید احمد خان اور ان کے فکری ہم نوا مولوی چراغ علی سے ہوا۔ ان حضرات نے براہِ راست احادیث کا انکار تو نہیں کیا، لیکن ان کا طرزِ استدلال یہ تھا کہ جب کوئی حدیث ان کے فکری رجحانات یا جدید مغربی نظریات سے متصادم دکھائی دیتی، تو وہ اس حدیث کی صحت وحجیت پر سوال اٹھا دیتے، خواہ اس کی سند کتنی ہی مستحکم کیوں نہ ہو۔ انہوں نے احادیث کو عقلی معیار پر پرکھنے کی کوشش کی اور اسی بہانے سے:

- تجارتی سود کو حلال قرار دیا گیا
- معجزات کا انکار کیا گیا
- احکام پردہ کو ناقابل عمل کہا گیا
- اور مغربی فکر کو اسلامی لبادہ پہنانے کی کوشش کی گئی

یہ طرزِ فکر شعوری انحراف کی علامت تھا، جو رفتہ رفتہ ایک منظم تحریک میں تبدیل ہونے لگا۔

سر سید کے بعد اس نظریے کو منظم طور پر عبداللہ چکڑالوی نے اپنایا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کے لیے "اہلِ قرآن" کی اصطلاح استعمال کی اور احادیث سے کلی انکار کا علم بلند کیا۔ اس تحریک کا مقصد صرف احادیث کی بعض اقسام کا انکار نہیں بلکہ حدیث کو شریعت کے ماخذ کی حیثیت سے مکمل طور پر مسترد کرنا تھا۔

بعد ازاں اسلم جیراجپوری نے چکڑالوی کے خیالات سے ایک قدم آگے بڑھ کر حدیث کی حجیت پر مزید شدید حملے کیے۔ ان کے نظریات نے حدیث کی فقہی، اعتقادی، اور اخلاقی بنیادوں کو متزلزل کرنے کی کوشش کی۔

14۔ امام ابو محمد علی بن احمد ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام (مصر: مکتبۃ الخانجی، 1920ء)، 114/1

آخری اور سب سے منظم شکل میں اس فتنے کو غلام احمد پرویز کے ہاتھوں استحکام حاصل ہوا۔ اس نے قرآن کے نام پر حدیث کی مکمل نفی کی، اور ایک باقاعدہ فکری مکتبِ فکر کی بنیاد رکھی۔ پرویز کی تحریروں میں جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے خاص کشش تھی، جس کی وجہ سے یہ فتنہ بیسویں صدی کے وسط میں سب سے زیادہ پھیل گیا۔ پرویز نے اپنی تحریروں میں احادیث کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ کئی مقامات پر دین کے لیے مضر قرار دیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ صرف قرآن ہی دین کا واحد ماخذ ہے، جب کہ سنت و حدیث محض تاریخی بیانات ہیں جن پر شرعی حکم کا انحصار نہیں ہو سکتا۔[15]

اعتراض نمبر۱: حدیث و سنت قطعی دلیل و حجت نہیں کیونکہ اطاعت رسول ﷺ کا حکم الٰہی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے دوران صحابہ کے لئے خاص تھا۔

جواب: جب کسی بات کا حدیث صحیحہ و سنت رسول ﷺ ہونا ثابت ہو گیا پھر وہ قطعی دلیل و حجت ہے اور اس پر عمل اطاعت رسول چاہے اس میں بیان کردہ حکم ظنی ہی کیوں نہ ہو۔ رہا اعتراض کا دوسرا حصہ تو اگر معاذ اللہ اطاعت رسول ﷺ کے حکم الٰہی کو رسول اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کر لیا جائے۔ تو اس کا واضح مطلب یہ ہو گا کہ قرآن و اسلام پر عمل کرنے کا زمانہ بھی رسول خدا ﷺ کی حیات ظاہری تک ہی محدود ہے۔ جبکہ یہ بات عقلا و شرعاً ناممکن و ناقابل قبول ہے اس کے متضاد یہ بات مسلمہ ہے کے قرآن اور اسلام پر عمل کا حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنت کی اتباع لازم ہی اس لئے ہے کہ بغیر اس کے قرآن و اسلام کی تفصیلات کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں تو جب قرآن و اسلام پر عمل درآمد کا حکم قیامت تک کے لئے ہے تو ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کا حکم بھی قیامت تک کے لئے ہے۔[16]

قرآن کے اجمال کو تفصیل، عموم کو تخصیص، اور اطلاق کو تقیید صرف سنتِ مصطفیٰ کریم ﷺ کے ذریعے ممکن ہے۔

اعتراض 2: احادیث کی صحت کا اعتبار ممکن نہیں کیونکہ احادیث کی مختلف روایتوں/نسخوں میں مختلف الفاظ ہیں۔

جواب: علماء صحت حدیث کی توثیق کے لیے اصول حدیث کی روشنی میں قائم کردہ سخت طریقے استعمال کرتے ہیں، راویوں کی ثقاہت اور اسناد کی مطابقت و اتصال کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس کے بعد ہی کسی حدیث پر حکم لگایا جاتا ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اس ضمن میں احادیث کی درجہ بندی کی گئی ہے مثلاً صحیح، حسن، ضعیف وغیرہ۔ اس لئے اصول حدیث کی روشنی میں جب کوئی حدیث صحیح قرار پائے اسے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

15۔ مولانا محمد تقی عثمانی، درس ترمذی (کراچی: مکتبہ دار العلوم، 1980ء)، 26

16۔ مفتی جمال الدین امجدی، انوار الحدیث (لاہور: شبیر برادرز، س ن)، 51

حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عموماً پانچ باتوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے جن میں سند کا متصل ہونا، راوی کا عادل ہونا، راوی کا ضابط ہونا (راوی حدیث کو سن کر اسی طرح ذہن میں محفوظ کرلے اور جب چاہے ہو بہو بیان کرنے پر قادر ہو یا راوی اپنے پاس کتاب میں محفوظ کرلے اور ساتھ ہی اس کی تصحیح بھی کرلے یہاں تک کہ اسے آگے روایت کردے) شذوذ سے پاک ہونا (روایت دیگر مستند روایات کے خلاف نہ ہو) اور حدیث کا غیر معلل ہونا (یعنی حدیث میں ایسا کوئی مخفی اور پوشیدہ سبب نہ ہو جس سے حدیث کی صحت پر جرح کی جاسکتی ہے)۔(17)

ان تمام اصولوں پر پرکھنے کے بعد جب کوئی حدیث "صحیح" قرار پاتی ہے، تو اس کے قبول کرنے میں کسی قسم کی علمی یا شرعی رکاوٹ باقی نہیں رہتی۔

حدیث کے الفاظ میں فرق مختلف راویوں، مختلف سندوں، اور تالیف کے طریقوں جیسے عوامل سے پیدا ہوتا ہے۔ اور عمومی طور پر الفاظ کا یہ تفاوت معمولی نوعیت کا ہوتا ہے، اور بنیادی تعلیمات اور معانی یکساں رہتے ہیں۔ یہ فرق حدیث کی ترسیل سے متعلق مختلف سیاق وسباق اور راویوں کے حالات کے باعث ہوتا ہے۔

یہ بھی پیش نظر رہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض مواقع پر ایک ہی بات کو مختلف مجالس یا مواقع پر دہراتے ہوئے مختلف الفاظ میں بیان فرمایا، اور مختلف صحابہ نے وہ الفاظ اپنے اپنے انداز، یادداشت اور فہم کے مطابق روایت کیے۔ چنانچہ یہ فطری امر ہے کہ روایت کی ترسیل میں جزئی لفظی فرق واقع ہو جائے۔

علاوہ ازیں، حدیث کے بیان پر سیاق وسباق، مجلس کا ماحول، اور راوی کے حالات بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ محدثین نے روایت کے ہر پہلو کا باریک بینی سے جائزہ لیا ہے، اس لیے جہاں کہیں بھی ایسا فرق معنی یا شرعی حکم کو متاثر کرنے والا ہو، وہاں تفصیلی تحقیق کی گئی ہے اور قابل اعتماد روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

لہٰذا احادیث میں جزوی لفظی فرق نہ تو سنت کی حجیت کو متاثر کرتا ہے اور نہ ہی اس سے دین کے اصول متزلزل ہوتے ہیں، کیونکہ اصل ہدایت، تعلیم اور نبی کریم ﷺ کی مراد ہر روایت میں برقرار رہتی ہے۔

اعتراض نمبر 3: مختلف روایات میں الفاظ کے فرق کے باعث تضاد ہے۔ احادیث میں تضاد کے باعث ان پر عمل ناممکن ہے۔

جواب: بعض اوقات الفاظ کے فرق سے روایات میں بہ ظاہر تضاد کی صورت پیش آسکتی ہے۔ اہل علم راویوں کی ثقاہت، حدیث کے تاریخی سیاق وسباق اور اصولِ حدیث کے ذریعے مستند روایتوں کو ضعیف پر ترجیح دیتے ہوئے ان ظاہری تضادات کو باریک بینی سے حل کرتے ہیں۔ یوں سخت طریقہ کار کو لاگو کرتے ہوئے، تطبیق و ترجیح کے ذریعے تضاد کو دور کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً صحیح وضعیف روایات متضاد و معارض ہوں تو مستند روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ اور اگر اصول محدثین پر

17۔ گھالوی، ضیاء علم الحدیث، 1/352-353

دونوں روایات پوری اتریں تو ان میں تطبیق کے ذریعے تعارض کو دور کیا جاتا ہے۔ یوں نظری تضادات کلیتاً احادیث کو حجت ماننے اور ان پر عمل پیرا ہو کر اطاعت رسول ﷺ کا حکم الہی بجالانے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ احادیث میں تضاد کی وجہ سے ان پر عمل ممکن نہیں، ایک غیر علمی، سطحی اور حقیقت سے بعید دعویٰ ہے، جس کا علمی میدان میں کوئی وزن نہیں۔

اعتراض نمبر 4: احادیث دراصل تاریخی روایات ہی ہیں جنہیں راویان حدیث پر اعتماد کر کے لیا گیا ہے اس لئے ان کی صحت کا مکمل یقین نہیں کیا جاسکتا۔

جواب: کسی زمانے کی تاریخ جب قلمبند کی جاتی ہے تو ہر طرح کی افواہیں قلمبند کر لی جاتی ہیں ان افواہوں سے وہ واقعات اخذ کر لئے جاتے ہیں جو قرین قیاس ہوں یوں وقت گزرنے کے ساتھ یہ دستاویز ایک تاریخی کتاب بن جاتی ہے۔ یہ کتاب جتنی قدیم ہو اور جس قدر قدیم شواہد اور قیاسات اس کی روایات کی تصدیق کے لئے میسر ہوں یہ اس قدر مستند قرار پاتی ہے۔ چاہے اس کتاب کا مصنف مجہول الحال ہو یا روایات کے راویوں کا کچھ پتہ نہ ہو۔ اسی طرح کھنڈرات سے نکلے صحائف اور پتھروں پر کندہ تحریروں کو مستند تاریخی دستاویز سمجھا جاتا ہے جن کے لکھنے والوں کا اول تو کچھ پتہ نہیں اور اگر پتہ بھی ہو تو عموماً ان کے صحیح حالات معلوم نہیں ہوتے اور اگر یہ تاریخی دستاویز ذاتی حالات و واقعات پر مشتمل ہوں تب بھی مبالغہ آمیزی اور تعصبات سے پاک نہیں ہو سکتی۔ اس کے مقابلے میں حدیث پر غور کیا جائے تو یہ ایک خاص شخصیت (جناب رسالت مآب ﷺ) کے اقوال و افعال و اعمال اور واقعات پر مشتمل ہے اور اس دور کے حالات و واقعات کا صحیح انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ احادیث کی صحت پرکھنے کے لئے محدثین نے سخت اصول وضع کر رکھے ہیں۔ راویوں کی ثقاہت و حالات کا مکمل علم موجود ہے۔ نبی پاک ﷺ سے حدیث روایت کرنے والے آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی براہ راست صحبت پائی ہے جب کہ صحابہ کرام سے روایت کرنے والوں اور تدوین حدیث تک سند حدیث میں موجود تمام راویوں کے مکمل حالات و ثقاہت معلوم ہے۔ اور اس ضمن میں علم الرجال اور علم جرح و تعدیل موجود ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ محدثین نے احادیث کی تدوین میں خاص احتیاط کی ہے اور ثقہ رواۃ کا لحاظ رکھا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عمومی تاریخ سے علم الحدیث حد درجہ ممتاز ہے اور اسے تاریخی روایات کی طرح سمجھنا محض نادانی ہے۔ اسی طرح اصول محدثین اور ماہرین جرح و تعدیل کی جانچ پڑتال کے بعد ثقہ راویوں پر اعتماد ہی دانشمندی ہے۔

اعتراض نمبر 5: کیا قرآن کافی نہیں جو حدیث / سنت کی ضرورت پیش آئی؟ صرف اللہ کی اطاعت کیوں نہیں؟

جواب: یہ اعتراض بظاہر سادہ لگتا ہے، لیکن در حقیقت قرآن فہمی کی کمی اور وحی کی دونوں اقسام (متلو: جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی قرآن مجید اور غیر متلو: جس کی تلاوت نہیں کی جاتی یعنی حدیث) کی حقیقت سے غفلت کی عکاسی کرتا ہے۔

سب سے پہلی بات یہ سمجھنی چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت دو جداگانہ اطاعتیں نہیں، بلکہ حقیقت میں ایک ہی اطاعت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے:

"من يطع الرسول الله فقد اطاع الله"[18]

کہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔ یوں بظاہر دو نظر آنے والی اطاعتیں حقیقت میں ایک ہی ہیں اور اس نص محکم کے بعد اطاعت نبوی کو اطاعت خداوندی سے الگ تصور کرنا آیات قرآنی سے جہالت و بیگانگی کی دلیل ہے۔

اب اس سوال کی طرف آتے ہیں کے احادیث وسنت کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے محض قرآن کریم کیوں کافی نہیں؟ یہ سوال بھی ایک فہم ناقص سے پیدا ہوتا ہے۔ بلاشبہ قرآن ہدایت کا اصل سرچشمہ ہے، لیکن اس میں متعدد مقامات پر احکام اجمالی طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ ان احکام کی تشریح، تفصیل اور عملی تطبیق نبی کریم ﷺ کی سنت اور احادیث کے ذریعے ہی ممکن ہے اگر احکام قرآنی میں ذرا سا غور کر لیا جائے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کو کما حقہ سمجھنے کے لئے محض عربی زبان کی مہارت، عقل و دانش کافی نہیں۔ انسان کو عربی زبان پر کتنی ہی مہارت حاصل ہو اور کیسا ہی ذہین و فطین کیوں نہ ہو قرآن سمجھنے کے لئے نبی پاک ﷺ کی رہنمائی کا محتاج رہے گا۔ مثلاً قرآن پاک میں نماز کا حکم ہے مگر نماز کیسے ادا کرنی ہے اس کا فہم کسی لغت یا عقل و دانش کے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہیں ہو سکتا نبی اکرم ﷺ کی حدیث و سنت کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔ اسی طرح قرآن پاک کے دیگر احکامات مثلاً روزہ، حج، زکوۃ، احکام وراثت، احکام جہاد وغیرہ سے متعلق تفصیلی احکامات کا جاننا اور ان پر عمل رجوع الی السنہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ "قرآن کافی ہے" دراصل قرآن کے اسلوب کو سمجھے بغیر بات کرنے کے مترادف ہے کیونکہ قرآن خود نبی ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیتا ہے۔

اعتراض نمبر 6: سنتِ رسول ﷺ دراصل امت کے عملی تواتر سے منتقل ہوئی ہے، نہ کہ احادیث سے اس لیے سنت پر عمل کے لیے احادیث کی ضرورت نہیں۔

جواب: یہ دعویٰ آدھے سچ پر مبنی ہے، بلاشبہ کچھ سنتیں ایسی ہیں جو نسلاً بعد نسل امت کے عملی تواتر (عملی تسلسل) سے ہمیں منتقل ہوئیں، جیسے: نماز، روزہ، حج، اذان، عیدین کی نمازیں وغیرہ۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا تمام سنتیں اسی طرح منتقل ہوئیں؟ اور کیا سنت کے ہر پہلو کو صرف تواترِ عملی سے بغیر کسی توضیح و تشریح کے محفوظ رکھا جا سکتا ہے؟ جواب ہے ہرگز نہیں۔ "سنت" دراصل نبی کریم ﷺ کے قول، فعل اور تقریر پر مشتمل ایک عملی و اخلاقی نظام ہے، جس کا تحفظ اور تفصیل کا حصول احادیث کے ذریعے ہی ممکن ہوا ہے۔ اگر حدیث کو نظر

18۔ القرآن، سورۃ النساء: 80

انداز کر دیا جائے تو سنت کے پس منظر، اس کی کیفیت، اور اس کے مقام و درجہ سب پر پردہ پڑ جائے گا۔

مثلاً: نماز کا عمل تو تواتر سے منتقل ہوا، لیکن: نماز میں سجدہ سہو کب اور کیسے کیا جائے؟ قصر نماز کے احکام کیا ہیں؟ نیت، قعدہ اولی، قعدہ اخیرہ میں کیا پڑھا جائے؟ یہ سب کچھ صرف احادیث ہی سے معلوم ہوتا ہے، نہ کہ تواترِ عملی سے۔

قربانی کے جانور کی عمر، اقسام، شرائط کیا ہیں؟ یہ تفصیلات صرف احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔ معاملات، نکاح، طلاق، وراثت، حدود، تعزیرات ان تمام شعبوں میں سنتِ رسول ﷺ کی تفصیلات احادیث کے ذریعے ہی امت تک پہنچی ہیں۔

سنت کے بعض اجزاء کا امت میں عملی تسلسل موجود رہا ہے، مگر سنت کا مکمل علمی و عملی فہم حدیث کے بغیر ممکن نہیں۔

حدیث سنت کی تشریح، حفاظت اور تفصیل کا سب سے مؤثر اور معتبر ذریعہ ہے۔ سنت اور حدیث کو ایک دوسرے سے جدا کر کے دیکھنا غیر علمی اور متوازی دین بنانے کے مترادف ہے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ "سنت پر عمل کے لیے حدیث کی ضرورت نہیں" ایک بے بنیاد، گمراہ کن اور غیر علمی مفروضہ ہے، جو امت کو اصل دین سے دور لے جانے کی کوشش ہے۔

اعتراض نمبر 8: حدیث کی تدوین نبی ﷺ کی وفات کے بہت بعد ہوئی، صدیوں بعد مرتب ہونے والی روایات کو کیسے دین کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس دوران ان میں تحریف ہو چکی ہو؟ جدید تاریخ و عقل اس تاخیر پر شکوک پیدا کرتی ہے۔

جواب: یہ اعتراض بظاہر معقول نظر آتا ہے اور بعض جدید ذہنوں میں اپنی جگہ بھی بنالیتا ہے، مگر یہ اعتراض بھی تاریخی حقائق سے لاعلمی اور مستشرقین (Orientalists) کے مشکوک مفروضوں کا نتیجہ ہے، جنہوں نے حدیث کی تدوین پر اعتراضات کی بنیاد مغربی تحقیقی طریقوں کی غلط فہمی اور اسلامی روایت کی ناواقفیت پر رکھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث کی تدوین نبی کریم ﷺ کے زمانے ہی میں جزوی طور پر شروع ہو چکی تھی، اور بعد میں یہ کام نہایت منظم، دقیق اور علمی اصولوں کے ساتھ انجام دیا گیا۔ جن کی تفصیلات درج بالا ابواب میں پیش کی جاچکی ہے۔

یہ بات ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کو احادیث لکھنے کی اجازت دی، جیسے: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس صحیفہ صادقہ موجود تھا جس میں وہ نبی ﷺ کی احادیث کو باقاعدہ قلم بند کرتے تھے۔ صحیفہ ہمام بن منبہ "جو حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات پر مشتمل تھا، نبی ﷺ کی وفات کے صرف چند دہائیوں بعد کا تحریری ذخیرہ ہے، جو آج بھی محفوظ ہے۔

حدیث کا علم سند کے سخت ترین اصولوں پر مبنی ہے، جس کی دنیا کی کسی اور تہذیب یا مذہب میں مثال نہیں ملتی۔ ایک حدیث کی صداقت صرف اس کے مضمون پر نہیں، بلکہ اس کی سلسلہ سند (Chain of Narration) پر پرکھی جاتی ہے۔ راویوں کے اخلاق، حافظے، صداقت، سفر نامے، استاذ و شاگرد کی فہرستیں اور ان کے مابین ملاقات کے ثبوتوں پر

صدیوں تحقیق ہوئی۔ حدیث کی تدوین کسی فرد واحد کا انفرادی عمل نہیں تھا بلکہ اجتماعی علمی تحریک تھی، جس میں ہزاروں محدثین، علماء، مفسرین، اور فقہاء نے حصہ لیا۔

یہ بھی سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد احادیث میں تحریف یا من گھڑت اضافے ممکن ہوتے تو امت کے ہزارہا محدثین، فقہاء، اور تابعین نے ان کو کس بنیاد پر رد یا قبول کیا؟ اگر یہ روایت اتنی غیر معتبر ہوتی تو فقہ، تفسیر، سیرت اور اسلامی قانون جیسی مضبوط عمارت اس پر کھڑی نہ ہو سکتی۔

محدثین نے جو جرح و تعدیل، علم الرجال، عللِ حدیث، متون کی تحقیق جیسے سخت اصول اختیار کیے، وہ جدید علمی دنیا میں Textual Criticism سے کہیں زیادہ گہرے اور دیرپا ہیں۔

یہ کہنا کہ "احادیث صدیوں بعد لکھی گئیں" ایک سطحی مفروضہ ہے۔ احادیث کو نہ صرف زبانی بلکہ تحریری طور پر محفوظ کیا گیا۔ ان کی تدوین اور تحقیق ایک مسلسل اور مربوط عمل تھا۔ ان کی چھان پھٹک اور علمی جانچ اتنی سخت تھی کہ آج بھی دنیا کی کوئی روایت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

لہذا یہ کہنا کہ حدیث کو دین کی بنیاد نہیں بنایا جاسکتا، درحقیقت اسلامی علمی روایت سے لاعلمی اور تشکیک زدہ فکر کا اظہار ہے، جو صرف مغربی اسکالرز کی اندھی تقلید پر کھڑا ہے، نہ کہ تحقیق اور تاریخ پر۔

اختصار کے پیش نظر چند بنیادی نوعیت کے اعتراضات کے مختصر و جامع جوابات دینے کی کوشش کی ہے۔ اللہ کریم اس کاوش کو قبول فرمائے اور نبی رحمت ﷺ کی شفاعت کا وسیلہ بنائے۔ آمین!

خلاصہ بحث:

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ عصر حاضر میں بظاہر انکار حدیث علمی بنیادوں پر استوار نظر آتا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ اس کی کل بنیاد تشکیک ہے اور لاعلمی اور رسوخ فی العلم نہ ہونے کے باعث ایک عام ذہن اس فکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے مگر اسلامی روایت کا علم اور اس کی غایت درجہ احتیاط، حدیث کو قبول و رد کرنے کے سلسلے میں اصول حدیث کا علم، اور تدوین حدیث پر نظر ہو تو کوئی بھی ذی شعور حدیث کو عام تاریخی ماخذ قرار نہیں دے سکتا اور جب حدیث کو سند و متن کے اعتبار سے ثابت مان لیا جائے تو پھر قرآن حکیم کے واضح دلائل کی روشنی میں اسے حجت ماننے پر کوئی امر مانع نہیں رہنا۔

کتابیات

القرآن مجید

ابن حزم، امام ابو محمد علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، مصر: مکتبہ الخانجی، 1920ء

الازہری، پیر محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 1971ء

امجدی، مفتی جمال الدین، انوار الحدیث، لاہور: شبیر برادرز، س ن

بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع الصحیح، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2013ء

عثمانی، مولانا محمد تقی، درس ترمذی، کراچی: مکتبہ دار العلوم، 1980ء

مظاہری، ڈاکٹر تقی الدین ندوی، فن اسماء الرجال، مظفر پور، اعظم گڑھ، یو۔پی: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ، س ن

مگھالوی، ابو العرفان محمد انور، ضیاء علم الحدیث، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، 2009ء

Al-Qur'ān al-Majīd.

‘Uthmānī, Muḥammad Taqī. *Dars Tirmidhī*. Karāchī: Maktabah Dār al-‘Ulūm, 1980.

al-Azharī, Pīr Muḥammad Karam Shāh. *Sunnat Khayr al-Anām*. Lāhawr: Ḍiyā’ al-Qur’ān Publications, 1971.

Amjadī, Jamāl al-Dīn. *Anwār al-Ḥadīth*. Lāhūr: Shabīr Brothers, n.d.

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā‘īl. *Jāmi‘ al-Ṣaḥīḥ*. Lāhūr: Ḍiyā’ al-Qur’ān Publications, 2013.

Ibn Ḥazm, Abū Muḥammad ‘Alī bin Aḥmad. *al-Aḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām*. Miṣr: Maktabah al-Khānjī, 1920.

Maẓāhirī, Taqī al-Dīn Nadwī. *Fan Asmā’ al-Rijāl*. Muẓaffarpur, ‘Aẓamgarh, U.P.: Shu‘bah Nashr wa Isha‘at Jāmi‘ah Islāmiyyah, n.d.

Mughālwī, Abū al-‘Irfān Muḥammad Anwar. *Ḍiyā’ ‘Ilm al-Ḥadīth*. Lāhūr: Ḍiyā’ al-Qur’ān Publications, 2009.